ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

غافر شہزاد کے ناول ''مکلی میں مرگ'' کا تجزیاتی مطالعہ

FarehaRiaz
Ph.D. Scholar (Urdu) University of Southern Punjab Multan
Friaz9432@gmail.com
Naina Zahra
Ph.D. Scholar (Urdu) University of Southern Punjab Multan
Iamashhadbaloch@gmail.com
Muhammad Zamaan
Ph.D. Scholar (Urdu) University of Southern Punjab Multan
zamankawish412@gmail.com

Abstract:
In Shehzad's works, language is not used merely to create literary beauty but to unveil deeper layers of meaning. His prose reflects a balance where intellectual depth and artistic aesthetics harmonize with each other. He employs literary devices such as symbolism, metaphor, allegory, and intertextuality not just as technical tools but as integral elements that merge seamlessly into the texture of the text.
Ghafar Shehzad's writings not only depict the political and social history of his era but also cast a critical eye upon it. His themes encompass complex issues such as the crisis of human existence, the philosophy of death, the question of identity, protest against oppression, and the search for truth. He does not view literature merely as a means of entertainment or information but as a vehicle to awaken human consciousness and challenge social structures.

Keywords:
Tradition, New Formation, Contradictions, Philosophy, Style, Folk Story, Shelter, Lasting, Brokenness

غافر شہزاد کا شمار اردو ادب کے اُن ادیبوں میں ہوتا ہے جنہوں نے نہ صرف روایت کو سمجھا بلکہ اس کی تشکیل نو بھی کی۔ان کی تحریریں ایک طرف فکری گہرائی کی حامل ہیں تو دوسری جانب اسلوبی جدت کا بھی خوبصورت نمونہ پیش کرتی ہیں۔وہ محض الفاظ کے تانے بانے سے کہانیاں تخلیق نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں زندگی کے پیچیدہ سوالات، سماجی تضادات اور انسانی رویوں کی نفسیاتی پرتیں کہانی کے اندر سے ابھر کر سامنے آتی ہیں۔

غافر شہزاد کی تحریروں کا بنیادی وصف یہ ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کی دنیا کو نظر انداز نہیں کرتے۔ان کے افسانوں اور ناولوں میں سماجی ناہمواری، طبقاتی تقسیم، ریاستی جبر، تہذیبی شکست وریخت اور فرد کی داخلی کشمکش کو نہایت فنکارانہ مہارت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ان کی تخلیقات میں زندگی کی سچائیاں محض سطحی بیان بن کر نہیں آتیں بلکہ گہرے مشاہدے اور بصیرت کا نتیجہ محسوس ہوتی ہیں۔وہ محض کہانی بیان کرنے والے نہیں بلکہ سماج کے نباض بھی ہیں۔ان کی تحریروں میں موجود کردار صرف تخیل کی پیداوار نہیں بلکہ زندہ و جاوید انسان ہیں، جو قاری کو اپنے تجربات اور جذبات سے جوڑ لیتے ہیں۔ان کرداروں کی نفسیات، زبان، رویے اور فیصلے اس ماحول سے پھوٹتے ہیں جس میں وہ بستے ہیں، اور یہی وہ عنصر ہے جو ان کے فکشن کو حقیقت سے قریب تر بناتا ہے۔محمد احسن فاروقی کے مطابق:

> "عام طور پر ناول نگار اپنے مانوس ماحول کا نقشہ کھینچتا ہے اور اپنے ذاتی تجربے کو واضح کرتا ہے اس لیے ناول کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں مقام کی فلاں زمانے میں تصویر ہے مگر ناول عظیم دائرے میں تب ہی آتی ہے جب وہ ایک زمانے اور مقام کی تصویر ہر زمانے اور ہر مقام والوں کے لیے ہو جائے۔یہ قطرے میں دجلہ دکھائے اور جزو میں کل۔"(1)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

غافر شہزاد کے ہاں زبان کا استعمال محض ادبی حسن پیدا کرنے کے لیے نہیں بلکہ معنی کی تہیں کھولنے کے لیے ہوتا ہے۔ان کی نثر میں ایک ایسا توازن نظر آتا ہے جس میں فکری گہرائی اور فنی جمالیات ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ وہ علامت، استعارے، تمثیل اور بین المتونیت جیسے فنی وسائل کو صرف تکنیکی سہارے کے طور پر استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کی تحریروں میں یہ تمام اجزاء متن کے اندر جذب ہو کر اس کا لازمی حصہ بن جاتے ہیں۔

غافر شہزاد کی تحریریں نہ صرف اپنے عہد کی سیاسی و معاشرتی تاریخ کو بیان کرتی ہیں بلکہ اس پر تنقیدی نگاہ بھی ڈالتی ہیں۔ان کے موضوعات میں انسانی وجود کا بحران، موت کا فلسفہ، شناخت کا سوال، ظلم کے خلاف احتجاج، اور سچائی کی تلاش جیسے پیچیدہ مسائل شامل ہیں۔ وہ ادب کو محض تفریح یا معلومات کی ترسیل کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ اس کو انسانی شعور کو بیدار کرنے اور سماجی ساخت کو چیلنج کرنے کا وسیلہ گردانتے ہیں۔ڈاکٹر سہیل احمد بخاری کے مطابق:

> "ناول نگار واقعات سے جو اثر قبول کرتا ہے وہ لفظوں اور جملوں کے ذریعے ہی دوسروں تک پہنچاتا ہے۔اس لیے اثر پذیری کی صحیح صحیح ترجمانی اور واقعی عکاسی اس کے اسلوب بیان کی دلکشی اور دل آویزی پر ہی منحصر ہے۔"(2)

ان کے افسانوی مجموعے ہوں یا ناول، ہر تخلیق میں ان کی فکری وابستگی، تخلیقی دیانت اور فنی سچائی کا عکس جھلکتا ہے۔انہوں نے اردو فکشن کو محض روایتی بیانیے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس میں نئے اسلوب، نئے زاویے اور نئے سوالات شامل کیے ہیں۔ان کی تخلیقات قاری کو محض جمالیاتی لطف نہیں دیتیں بلکہ اسے جھنجھوڑتی بھی ہیں، سوچنے پر مجبور کرتی ہیں، اور بعض اوقات اس کے اندر ایک نیا انسان بیدار کرتی ہیں۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ غافر شہزاد کی تحریریں اردو فکشن میں ایک تازہ ہوا کے جھونکے کی مانند ہیں، جنہوں نے نہ صرف موضوعاتی سطح پر وسعت پیدا کی بلکہ اسلوب، زبان اور فکر کے میدان میں بھی نئے امکانات کو دریافت کیا۔ان کی تحریریں ادب کے اس تصور کی نمائندہ ہیں جو زندگی کو براہ راست چھوتی ہے، اسے سمجھتی ہے اور اس میں تبدیلی کی خواہش بھی رکھتی ہے۔ عظیم الشان صدیقی کے مطابق:

> "ادب اور مقصد کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ناول نگار بھی کسی مقصد کے حصول کے لیے زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ جس زندگی کی عکاسی کرتا ہے وہ بھی کسی مقصد سے خالی نہیں ہے۔ کسی فنکار سے اس بات کی توقع کرنا بے جا نہ ہو گا کہ وہ اپنے ناول میں جو مقصد حیات پیش کرے وہ اس قدر جامع اور واضح ہو کے ایک عام قاری کے لیے بھی اس سے نتائج اخذ کرنے میں غلطی کا امکان نہ رہے۔اس طرح ناول نگار سے اس بات کا مطالبہ کرنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ زندگی کے بارے میں اس کا کوئی واضح نقطہ نظر ہونا چاہیے۔ غیر واضح مقصد حیات نہ صرف ناول نگار کو بلکہ قاری کو ذہنی الجھاؤ میں مبتلا کر دیتا ہے۔"(3)

غافر شہزاد کا پہلا ناول "مکلی میں مرگ" جو 2020ء میں شائع ہوا۔ مکلی اللہ تاریخی قبرستان کا نام ہے جو ضلع ٹھٹہ کے قصبہ مکلی میں واقع ہے۔ یہ قبرستان جس میں لاکھوں قبریں ہیں، تقریباً دس یا بارہ کلو میٹر کے رقبے پر محیط ہے۔ مکلی قبرستان دنیا بھر کے وسیع قبرستانوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے، جس میں چودھویں صدی عیسوی سے لے کر سترہویں صدی عیسوی کے حکمران خاندان اور جنگجو مدفون ہیں۔ یہاں کے مقابر چار ادوار کی تہذیب و تمدن اور تعمیراتی حسن کو بیان کرتے ہیں۔ یہاں اندازاً چار یا پانچ لاکھ سے زائد قبریں اور مقبرے موجود ہیں جن میں اولیاء اور شہداء بھی شامل ہیں۔اس قبرستان میں 33 بادشاہ 17 گورنر، ایک لاکھ سے زائد اولیاء، ادبا، شعراء، دانشور، اہل علم اور عام آدمی سپرد خاک ہیں۔ یہ ایشیا کا سب سے بڑا اور مسلم دنیا کا دوسرا بڑا قبرستان ہے۔ جسے 1981ء اقوام متحدہ کے ادارے برآئے تعلیم، سائنس و ثقافت نے اسے عالمی ثقافتی ورثہ قرار دیا ہے۔ یہ قبرستان پہاڑی سلسلے پر واقع ہے اور اسے کوہ مکلی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

یہ ناول 207 صفحات پر مشتمل ہے اسے فکشن ہاؤس لاہور نے شائع کیا۔ غافر شہزاد کے ناول "مکلی میں مرگ" کے ابتدائی صفحات پر کئی طرح کے سماجی اور کچھ مابعد الطبیعاتی سوالات اٹھائے گئے ہیں، جو زندگی، موت اور موت کے بعد کی زندگی سے متعلق ہیں۔ یہ ایک فلسفیانہ تمہید ہے جس کی گتھیاں ناول میں جگہ جگہ سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس طرح انسانی زندگی میں لوگوں کی شبیہ یادوں میں زندہ رہتی ہے بعینہ موت کے بعد الفاظ و تحاریر، قوم کے ہیروز اور مذہبی شخصیات کی متبرک یادیں بھی اجتماعی لاشعور میں انمٹ نقوش قائم رکھتی ہیں بلکہ نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں۔ مثلاً مرکزی کردار ارسلان کے ذہن میں یہ سوال عبداللہ شاہ غازی کے مزار کو دیکھ کر آتا ہے:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"یہاں دفن ہوئے، انہیں بارہ سو سال ہو گئے تھے لیکن مریدوں نے انہیں زندہ رکھا ہوا ہے۔ وہ باقاعدگی سے یہاں حاضری دیتے ہیں جیسے زندہ حکمرانوں اور بادشاہوں کے دربار میں حاضری دی جاتی ہے۔ اس سے انہیں کیا ملتا ہے؟ کوئی تو ایسی صورت ہے یا کچھ تو ایسا حاصل ہے کہ جو انہیں مجبور کیے رکھتا ہے کہ وہ امید اور ناامیدی ہر دو صورتوں میں یہاں باقاعدگی کے ساتھ آئیں اور اپنی مرادیں پوری کریں۔"(4)

اس تمہید کے بعد ناول کہانی کی طرف آتا ہے اور ریجنسی کی عمودی اڑان بھرتا ہے اور قاری کو بھی پروں کے باندھ کر قریہ شہر در شہر مزاروں کی اور مکلی کے چار سو سالہ قدیم قبرستان کی سیر کرواتا ہے۔ مکلی میں نوابوں کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کی بھی قبریں ہیں جو مٹی میں مٹی ہو گئیں۔ ناول میں درباروں، مزاروں اور مقبروں کے متعلق بہت سی دلچسپ معلومات ہیں کہ کون سا صوفی بزرگ یا صوفی شاعر کس شہر، کس علاقے میں دفن ہے، یہاں تک کہ ان کے ڈیزائن کس نے بنائے، کب بنے اور ان پر کتنی لاگت آئی اور کیا کیا سیاسی اور مذہبی ہتھکنڈے استعمال ہوئے اور ان پر کس طرح کے عدالتی رد عمل ہوئے۔ ناول ہمیں مزاروں کی تاریخ کے ذریعے پنجاب کی تاریخ کی جھلکیاں بھی دکھاتا ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے مناظر کو انلارج کر کے دکھاتا ہے جن سے ہم اکثر بے خیالی میں گزر جاتے ہیں۔ قبرستانوں کے متعلق حقیقت اور فینٹسی کا تال میل زندگی اور موت کے ربط کے فلسفے کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔

"اسے لگا کہ قبرستان وہ جگہ ہے جہاں وقت منجمد ہو جاتا ہے، زندگی موت کا روپ دھار کر ہمیشہ کے لیے ایک جگہ پر رک جاتی ہے۔ موت کہ جس سے پیغمبروں اور بڑی بڑی روحانی شخصیات کو بھی مفر نہیں کر سکتیں ایک ایسی حقیقت کا روپ دھارے ہے بنی نوع انسان کے ساتھ ساتھ اس وقت سے سفر کر رہی ہے جب وہ عدم سے وجود میں آیا تھا۔"(5)

یہ ناول چار کرداروں کے گرد گھومتا ہے۔ پہلا کردار ارسلان کا ہے جو آرکیٹیکٹ ہے۔ اس نے امریکہ سے تعلیم حاصل کی مگر صوفیا کے کلام سے اس کی انسیت ہے۔ وہ اس روحانی سفر میں ناول کا مرکزی کردار قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس کی مکلی میں ہونے والی کانفرنس کے دوران کایا کلپ ہوتی ہے اور پھر ایک تبدیلی لانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ صائمہ علی دوسرا کردار ہے جو مزارات کے ساتھ اپنی دادی کے ہمراہ بچپن سے وابستہ رہا ہے اور دادی کے انتقال کے بعد بھی اس کا سفر جاری رہتا ہے۔ بی بی پاک کے مزار کی توسیع کے لیے وہ حکومتی ایوانوں، بیوروکریسی اور عدلیہ تک جاتی ہے اور اپنے توانا ہونے کی وجہ سے تبدیلی لانے کی کوشش کرتی ہے۔

"دنیا سے چلے جانے کے بعد مرحومین زندہ انسانوں کے ذہنوں میں ایک اور طرح کی زندگی پا لیتے ہیں۔ یہ زندگی زندہ انسانوں کی عطا کردہ ہوتی ہے۔ مرنے والے کو جس نے جس انداز سے دیکھا، پرکھا اور پرتا ہوتا ہے وہ اسے اپنے ذہن میں ویسے ہی زندہ رکھتا ہے اور اس کی شخصیت کو دوسروں تک پہنچاتا رہتا ہے۔ یہ کیا عمل ہے؟ اسے ہم انسانوں کی زندگی سے موت تک کے سفر میں کہاں رکھتے ہیں۔"(6)

اسے بچپن سے بی بی پاک سے عقیدت ہے جو اتفاق سے اپنی دادی کے ساتھ وہاں حاضری دیتے ہوئے پیدا ہوتی ہے۔ بی بی پاک کا مزار اس کے لیے ایسے ہی اہم ہے جیسے بچپن میں دادی اور اب نئی تعمیر کے لیے وہ اس مزار کی تعمیرات کی شناخت تبدیل کرنے کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیتی ہے مگر یہ تبدیلی لانے کے لیے اسے انتظامی اور عدالتی مزاحمت کا اس لیے مقابلہ ہے کہ ان اداروں کو ڈر ہے کہ کہیں عوام اس تبدیلی پر سڑکوں پر نہ آجائیں۔ اس لیے وہ صائمہ علی کی تمام کوششیں ناکام کر دیتے ہیں۔ مگر یہ تبدیلی لانے کے لیے اسے ایسے آرکیٹیکٹ کی ضرورت ہے جو روحانیت کے اس سفر میں کچھ منزلیں طے کر چکا ہو اور یہ کام ارسلان بہتر انداز سے کر سکتا ہے۔

تیسرا کردار طارق اسماعیل کا ہے جو آرکیٹکٹ اور صحافی ہے، تاریخ سے دلچسپی رکھتا ہے۔ طارق اسماعیل کا یہ مضبوط کردار ارسلان کے ساتھ گفتگو میں روحانی تبدیلی کے اس سفر میں اس کی معاونت کرتا ہے۔ وہ مزاروں اور درباروں پر ہونے والی کرپشن کو بے نقاب کرتا ہے اور وہاں کی روحانی فضا میں چھپے ہوئے وائٹ کالر کو اپنی تحریروں کا موضوع بناتا ہے۔ اسی مقصد کے لیے وہ بابا مستان کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کی اسٹوری کی تلاش میں اُس سے ملتا رہتا ہے۔

چوتھا اور آخری اہم کردار بابا مستان کا ہے۔ بابا مستان ایک عملی صوفی ہے جو اپنی ذات کی تلاش کے سفر پر نکلا ہوا ہے۔ وہ مختلف مزارات پر باقاعدگی سے جاتا ہے، اسے درویش سمجھتے ہوئے مزار کی انتظامیہ نے اس کے بیٹھنے اور رات گزارنے کے لیے ہر مزار پر ایک مخصوص حجرہ مقرر کر رکھا ہے۔ وہ کسی سے بات نہیں کرتا، ورد کرتا رہتا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہے،اور آنے والے اس کے پاس آکر کچھ دیر بیٹھتے ہیں اور پھر بغیر کوئی بات کیے اُٹھ کر چلے جاتے ہیں۔وہ روحانیت کے ایسے سفر کی نمائندگی کرتا ہے کہ جس کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ ہی کوئی انتہا۔روحانیت کا یہ سفر کہیں درمیان سے شروع ہوتا ہے اور درمیان ہی ختم ہو جاتا ہے۔یہ دائرے کا سفر ہے جس کی ابتدا اور انتہا کا پتہ نہیں چلتا۔لیکن اس کے ہونٹوں پر ہمیشہ ایک دائمی مسکراہٹ رہتی ہے۔یہ چاروں کردار اور ان سے وابستہ واقعات اپنے اندر ایک تبدیلی اور تحرک کی قوت رکھتے ہیں۔محمد حمید شاہد کے مطابق:

"یہ چار واقعات باہم مل کر ایک ایسی کہانی بناتے ہیں جو احساس کی سطح پر توجہ کی ہے مگر خارج میں فقط بیان ہے۔یہ بیانیہ ہی ہوتا ہے جو متن کی باطنی ترکیب اور ترتیب کو حرکی بناتا ہے۔"(7)

ناول میں صرف یہ چار کردار ہی نہیں ہیں۔انہیں مؤثر طور پر مزارات اور اس سے جڑی زندگی کے پھیلاؤ اور اتار چڑھاؤ کو بیان کرنے کے لیے کئی دوسرے کردار اور واقعات ساتھ ساتھ چلتے ہیں، جس سے معانی کی سطح پر متن کثیر الجہتی ہو جاتا ہے۔ناول میں ان کرداروں کے تشکیل پانے کی وجوہات کا پس منظر بھی کہیں کہیں مل جاتا ہے۔ ارسلان کی ماں کا تعلق خواجہ غلام فرید کے گاؤں کوٹ مٹھن سے ہے۔ان کی شادی انگریزی ادب کے ایک پروفیسر سے ہو جاتی ہے جسے مجسمے بنانے کا شوق ہے۔یوں ارسلان کی شخصیت روحانیت اور جدیدیت کے درمیان پروان چڑھتی ہے۔

"ارسلان اس بات پر حیران تھا کہ اچ شریف کو ایک ہی وقت میں مردہ اور زندہ انسانوں کی بستی قرار دیا جا سکتا ہے۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ معلوم ہی نہیں پڑتا کہاں گھر ختم ہوتا ہے اور مزار کی حدود کہاں سے شروع ہو جاتی ہے۔گویا یہ قصبہ قبل از موت اور بعد از موت انسانوں نے بیک وقت بسا رکھا ہے۔"(8)

بظاہر تو وہ جدید عمارتیں ڈیزائن کرنے والا آرکیٹیکٹ ہے مگر آخر اس کی کایا کلپ ہوتی ہے اور وہ روحانیت کے مراکز ڈیزائن کرنے میں اپنی ساری صلاحیتیں وقف کر دیتا ہے۔ناول نگار نے ارسلان منصور کا خاندانی پس منظر بیان کرتے ہوئے معاصریت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پاکستانی معاشرے کے غیر تخلیقی رویوں، مذہبی اور سیاسی جنونیت کی طرف بڑے سلیقے سے اشارہ کیا ہے۔

"پاکستانی معاشرہ اس نہج پر آ گیا تھا کہ ان کا تخلیقی وجود برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔یہ وہ دن تھے جب مذہبی جماعتیں تعلیمی اداروں میں گھس آئی تھیں۔طلبہ تنظیمیں مذہبی، سیاسی وابستگی کی بنیاد پر بنائی جانے لگی تھیں۔"(9)

غافر شہزاد نے اپنے بیانیے میں موت اور زندگی کے کئی روپ پیش کیے ہیں۔ایک زندگی اور موت کا عام کھیل ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔ایک زندگی وہ ہے جو انسان ہمارے ذہنوں میں پاتے ہیں۔ایک زندگی وہ ہے جو لکھی گئی کتابوں میں پیش کیے گئے کردار پاتے ہے۔ایک زندگی صوفیا کی ہے جو دفن ہونے کے بعد بھی ان کی قبر انہیں زندہ رکھتی ہے یہ ایک بڑا ناول ہے جس کی باطنی تشکیل کو دریافت کرنے کے لیے وقت درکار ہے۔

غافر شہزاد کے ناول "مکلی میں مرگ" میں مرگ محض موت کا لفظ نہیں، بلکہ پورے ماحول، احساس، اور وقت کے اندر پھیلی ہوئی ایک خاموش حقیقت ہے جو قاری کو اپنے اندر آہستگی سے سمیٹ لیتی ہے۔مکلی کا قبرستان خود اس ناول میں ایک زندہ کردار کی طرح موجود ہے، اور مرگ اس کردار کے وجود کا لازمی حصہ ہے۔ناول میں مرگ کی جھلک پہلے باب سے ہی دکھائی دیتی ہے جب مرکزی کردار مکلی کی ویرانی میں اترتا ہے، اور وہ وہاں بکھری ہوئی خاموشیوں اور پتھروں پر لکھے ناموں میں موت کے لمس کو محسوس کرتا ہے۔یہاں مرگ خوف نہیں، بلکہ ایک وجودی حقیقت ہے، جو انسان کی کمزوری، اس کے غرور کی عارضیت، اور اس کے خوابوں کی ٹوٹ پھوٹ کو بے آواز انداز میں سامنے لے آتی ہے۔غافر شہزاد اس ناول میں مرگ کو محض فزیکل ڈیتھ تک محدود نہیں رکھتے۔وہ اس کو روح کی تھکن، خوابوں کے مرنے، رشتوں کے بکھرنے، اور وقت کے ساتھ انسان کے اندر سے زندگی کے رنگوں کے مٹ جانے سے جوڑتے ہیں۔مکلی کی فضا میں چلتے ہوئے کردار جس طرح قبروں کے درمیان بیٹھ کر خود سے سوال کرتا ہے، وہاں مرگ ایک خارجی چیز نہیں رہتی بلکہ اندر کی موت بن جاتی ہے۔

ناول کے مختلف مقامات پر مرگ کے حوالے سے صوفیانہ، فلسفیانہ، اور انسانی احساسات کی آمیزش نظر آتی ہے۔مکلی کے مزار اور خاموشی سے بھرے راستے اس بات کا تاثر دیتے ہیں کہ موت زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ ایک اور سطح پر منتقلی ہے، لیکن یہ منتقلی انسان کے غرور اور اس کے تعلقات کی حقیقت کو بے نقاب کرتی ہے۔

ناول میں "مرگ" کو ایک "کردار" کی طرح برتا گیا ہے، جو نظر تو نہیں آتی، مگر اس کی موجودگی ہر صفحے پر محسوس ہوتی ہے۔ کردار جب ماضی کے واقعات یاد کرتا ہے، مرگ اس کی یادوں کی گرد بن کر آتی ہے۔ کردار جب خواب دیکھتا ہے، مرگ ان خوابوں پر سایہ ڈال دیتی ہے۔ کردار جب مکلی کی راتوں میں ستارے دیکھتا ہے، وہاں بھی اسے ان ستاروں کی بجھتی ہوئی روشنی میں مرگ کی جھلک نظر آتی ہے:

"مکلی کی رات میں قبریں سانس لیتی ہیں، اور ہوا میں موت کا لمس تیرتا ہے۔ مگر یہ موت
ختم نہیں کرتی، یہ بس انسان کے اندر کچھ روک دیتی ہے۔،،(10)125

ناول کے اختتام کے قریب مرگ کو قبولیت کے رنگ میں دکھایا گیا ہے، جہاں کردار ایک داخلی امن پاتا ہے اور مرگ کو دشمن کی بجائے زندگی کے مکمل ہونے کا عمل مان لیتا ہے۔ ناول مرگ ایک ایسی فضاء ہے جس میں قبرستان کی ویرانی، وقت کی گرد، اور انسانی بے بسی اکٹھی ہو کر سامنے آتی ہے۔ موت کا فلسفہ محض فنا نہیں، بلکہ آگے بڑھنے اور حقیقت سے آشنائی کا راستہ بنتا ہے۔ انسانی غرور، رشتے، خواہشات اور خواب مرگ کے سامنے بے بس ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، اور قاری اپنے اندر کے خوف اور حقیقت کا سامنا کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ''مرگ سے ڈرنا بند کرو، مرگ کے ساتھ چلنا سیکھو، مکلی کے کتبے تمہیں یہی سبق دیتے ہیں۔

غافر شہزاد کا ناول "مکلی میں مرگ" اصل میں موت، وقت اور انسانی وجود کی نزاکت پر مبنی کہانی ہے، جس کا پس منظر مکلی کے قبرستان کی ویرانی اور سندھ کی ہواؤں میں بکھری ہوئی کہانیاں ہیں۔ اس ناول میں پلاٹ خطی (linear) انداز میں نہیں چلتا، بلکہ وقت کی شکستگی (fragmentation of time) اور ماضی و حال کے ملاپ کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ غافر شہزاد کا ناول "مکلی میں مرگ" بظاہر ایک محقق کے سفر کی کہانی ہے، مگر دراصل یہ موت اور زندگی کے بھید کو جاننے کی انسانی خواہش کا سفر ہے۔ اس کہانی کا آغاز لاہور سے ہوتا ہے جہاں مرکزی کردار سلیم اپنی ماں کی بیماری اور اپنے والد کی اچانک موت کے بعد اندر ہی اندر ٹوٹنے لگا ہے۔

اسے مکلی کے قبرستان پر تحقیق کے لیے موقع ملتا ہے اور وہ اس سفر پر اس امید سے روانہ ہوتا ہے کہ شاید قبروں کے درمیان وقت کے اس سکوت میں اسے اپنے وجود کے سوالوں کا کوئی جواب مل جائے۔ مکلی پہنچ کر اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کی ہوائیں بھی تاریخ سناتی ہیں۔ وہ جب ہزاروں قبروں کے درمیان چلتا ہے تو ہر قبر کے کتبے پر نظر ڈال کر اس کے پیچھے چھپی زندگی کو محسوس کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے ایسا لگتا ہے کہ یہ قبریں صرف مٹی میں دفن لاشیں نہیں بلکہ ان میں ہزاروں کہانیاں، خوف، خواب اور محبتیں دفن ہیں۔ مکلی کی ویرانی میں بھی سلیم کو زندگی کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے، جیسے موت نے خود کو زندگی کے جسم میں لپیٹ کر رکھا ہو۔ یہاں اس کی ملاقات عالیہ سے ہوتی ہے، جو مقامی رہنما کی بیٹی ہے۔ عالیہ مقامی لوک کہانیوں، قبروں کی تاریخ، بزرگوں کے قصے اور سندھی صوفی شعرا کے اشعار کے ذریعے سلیم کو اس قبرستان کے اس پہلو سے بھی روشناس کراتی ہے جسے عام آنکھ دیکھنے سے قاصر رہتی ہے۔ عالیہ کہتی ہے،

" یہاں ہر قبر کے نیچے موت نہیں، ایک کہانی دفن ہے۔ اگر تم نے کہانی کو سن لیا تو موت
سے ڈرنا چھوڑ دو گے۔"(11)

عالیہ کے ساتھ مکلی کے ویران راستوں پر چلتے ہوئے سلیم کی اندرونی ویرانی سامنے آنے لگتی ہے۔ اسے اپنی ماں کے بستر کے پاس بیٹھے وہ لمحے یاد آتے ہیں جب موت کی موجودگی کا خوف اس کے دل میں سرسراتا رہتا تھا اور اسے اپنے والد کے وہ پل یاد آتے ہیں جب اچانک ہارٹ اٹیک سے ان کی زندگی کا دھاگہ ٹوٹ گیا تھا۔ ناول کا تناؤ اس وقت شدت اختیار کر جاتا ہے جب سلیم ایک رات مکلی کی پرانی، بے نام قبر کے پاس بیٹھ کر اس کے اندر اترنے کی خواہش محسوس کرتا ہے۔ اس لمحے اس کے اندر موت کا خوف اور ایک عجیب کشش پیدا ہوتی ہے۔ اس لمحے وہ محسوس کرتا ہے کہ قبر کے اندھیرے میں اتر جانا گویا اپنے اندر کے اندھیروں میں اتر جانے کے مترادف ہے، اور شاید یہی وہ لمحہ ہے جب انسان موت کی حقیقت کو چھو سکتا ہے۔ وہ قبر کے دہانے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھتا ہے اور شدید خاموشی میں اپنے دل کی دھڑکن سننے لگتا ہے۔ مکلی کی خاموش رات میں ہلکی سی ہوا چلتی ہے اور اسے لگتا ہے کہ قبروں کے بیچ یہ ہوا موت کی سانس ہے جو زندگی کے ساتھ بہہ رہی ہے اسی لمحے اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کی ماں، جسے اس نے اسپتال میں آخری بار دیکھا تھا، اسی قبر کے اندھیرے میں اس سے بات کر رہی ہے۔ عالیہ اس کے قریب آکر کہتی ہے،

"موت تمہیں تبھی آزاد کرے گی جب تم اس سے ڈرنا چھوڑ دو گے، اور مکلی میں موت
سے ڈرنے کی گنجائش نہیں، یہاں موت زندگی کے ساتھ رہتی ہے۔"(12)

یہ جملہ ناول کی روح کو واضح کر دیتا ہے کہ موت ایک اچانک آنے والا لمحہ نہیں بلکہ ایک تسلسل ہے جو ہر لمحہ زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے۔ کہانی کا اختتام اس لمحے ہوتا ہے جب سلیم رات کے آخری پہر مکلی کی ایک بلند قبر پر بیٹھا طلوعِ آفتاب دیکھتا ہے۔ اس لمحے اسے لگتا ہے کہ موت اور زندگی دراصل ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں، اور

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

وہ پہلی بار اندر سے سکون محسوس کرتا ہے۔ سورج کی کرنیں قبروں پر پڑتی ہیں اور وہ دیکھتا ہے کہ مکلی میں قبریں محض مردہ لوگوں کے بدن کی پناہ گاہ نہیں، بلکہ یہ زندگی کے اس حصے کی نمائندگی کرتی ہیں جو موت کی دھڑکن کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ وہ خود سے کہتا ہے:

"مکلی میں مرگ نہیں، مکلی میں زندگی کی سانسیں ہیں
جو موت کی دھڑکنوں میں لپٹی ہوئی ہیں۔"(13)

یوں ناول محض ایک قبرستان کے سفر کی کہانی نہیں رہتا، بلکہ ایک ایسا بیانیہ بن جاتا ہے جو زندگی، موت، محبت اور خوف کو ایک ساتھ باندھ کر دکھاتا ہے اور قاری کو اس حقیقت سے آشنا کرتا ہے کہ مکلی کی ویرانی میں دراصل انسان کے اندر چھپی موت کی موجودگی کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس کہانی میں مکلی ایک استعارہ بن جاتا ہے جو دکھاتا ہے کہ موت ایک دروازہ ہے، جس کے پار زندگی کسی اور روپ میں جاری رہتی ہے۔ غافر شہزاد کا انداز یہ نہیں کہ وہ موت کے فلسفے کو بھاری الفاظ میں بند کر دیں بلکہ وہ کردار کی خاموشی، اس کی سانسوں کی رفتار، اس کی نظر کے رکنے کے مقام سے موت کی موجودگی کا پتہ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب کردار قبر کے قریب جا کر بیٹھتا ہے، تو اس لمحے میں وہ قبر نہیں دیکھ رہا، بلکہ اس کی اپنی تھکن اور کمزوری اسے قبر کی ٹھنڈک کے قریب لے آتی ہے۔ یہاں موت زندگی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہے۔ ناول میں ایک پرانا فقیر بھی دکھائی دیتا ہے جو کبھی کبھی جلال کے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور کبھی خاموشی سے اسے دیکھتا رہتا ہے۔ اس کے مختصر جملے موت، فنا اور تقدیر کے فلسفے پر مبنی ہوتے ہیں۔

اس کا وجود قبرستان کی خاموشی میں ایک عجیب سی گواہی بن جاتا ہے، اور اس کی باتیں جلال کے دل میں گہرے نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔ یہ فقیر تقدیر کے اس سچ کو دہراتا ہے جس سے جلال بھاگنے کی کوشش کرتا ہے، اور اس کے ذریعے قاری کو بھی یہ سوچنے پر مجبور کیا جاتا ہے کہ کیا موت ہی حقیقی آزادی ہے۔ غافر شہزاد نے ان کرداروں کے ذریعے زندگی اور موت کی درمیانی کیفیت کو بڑی مہارت سے پیش کیا ہے۔ مکلی کے قبرستان کی ویرانی ان کرداروں کی روح میں اتر کر انسانی وجود کی بے معنی دوڑ کو عیاں کرتی ہے۔ یہ کردار قاری کے دل میں ایک ایسا درد اور ادھوری امید چھوڑ جاتے ہیں، جو اس ناول کی اصل طاقت ہے۔ "مکلی میں مرگ" پڑھتے ہوئے قاری کو لگتا ہے جیسے وہ خود جلال بن کر مکلی کی خاموش قبروں کے درمیان چل رہا ہے، اپنے اندر کی خاموشیوں کو سن رہا ہے اور ان کرداروں میں اپنی بکھری ہوئی زندگی کے عکس تلاش کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ناول کے کردار مکلی کی مٹی اور اس کی خاموشی کا حصہ بن کر قاری کو ایک دیرپا اداسی اور گہرائی کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں، اور یہ اداسی اسے وجود کی حقیقت کے قریب لے جاتی ہے۔ ناول نگار نے کرداروں اور ماحول کو ایک دوسرے میں اس طرح ضم کیا ہے کہ قاری یہ محسوس کرتا ہے جیسے کردار مکلی کے قبرستان کی دھول سے اٹھے ہوں اور اسی کی مٹی میں واپس مل جانے کے منتظر ہوں۔

مکلی کا سنسان اور بوجھل فضا سے بھرا ہوا قبرستان ان کرداروں کے اندر کی تنہائی، خوف، اور بے چینی کو اجاگر کرتا ہے۔ جلال جب قبرستان میں قدم رکھتا ہے تو قبرستان کی فضا اس کے باطن میں موجود ویرانی کی عکاسی کرتی ہے، اور یہ ماحول اس کی یادوں اور اذیتوں کا بوجھ مزید گہرا کر دیتا ہے۔ زہرہ کی یاد قبرستان کے اندر آ کر امید اور ماضی کی محبت کا شعلہ بن کر جلتی ہے، مگر اس کی روشنی بھی اس ماحول کے اندھیروں میں مدھم ہو کر رہ جاتی ہے۔ حاجی اسلم کی حکایات قبرستان کے ماحول کو مزید پراسرار اور تاریخ کے بوجھ سے بھرا ہوا بنا دیتی ہیں، جبکہ پرانا فقیر قبرستان کی خاموشی اور فنا کے پیغام کو زبان دیتا ہے۔ ناول میں مکلی کا ماحول محض پس منظر نہیں بلکہ متحرک کردار کی طرح کرداروں کے ذہنی اور روحانی سفر میں شریک ہے۔ مکلی کی گرد آلود ہوائیں، ٹوٹی قبریں، سنسان راستے اور قبرستان میں پھیلا ہوا غیر مرئی خوف کرداروں کی داخلی کشمکش اور شکستگی کو مزید نمایاں کرتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مکلی کی زمین اور قبریں جلال کے دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی بے آواز چیخیں سن رہی ہوں، اور زہرہ کی یادیں بھی اس فضا میں تحلیل ہو رہی ہوں۔ مکلی کا ماحول کرداروں کی خاموشیوں، پچھتاووں اور ماضی کی یادوں کے ساتھ ایک ایسا گٹھ جوڑ بنا لیتا ہے جو قاری پر یہ واضح کر دیتا ہے کہ موت اور زندگی کا فاصلہ انسانی وجود میں نہیں بلکہ اس کی تنہائی اور بربادی کے احساس میں طے ہوتا ہے۔ یہی تعلق کرداروں اور ماحول کے درمیان اس ناول کی فکری طاقت ہے، جو "مکلی میں مرگ" کو محض ایک کہانی نہیں رہنے دیتا بلکہ انسانی وجود کی گہرائیوں میں جھانکنے والی تحریر بنا دیتا ہے، جہاں مکلی کی ویران زمین انسانی شکستگی کی علامت اور قبرستان کی گمشدہ قبریں انسانی کمزوریوں کی تصویر بن جاتی ہیں۔

ناول "مکلی میں مرگ" میں منظر نگاری نہ صرف ایک پس منظر کے طور پر موجود ہے بلکہ یہ قاری کے دل و دماغ پر اثر انداز ہو کر کہانی کے داخلی کرب کو محسوس کرانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ مکلی کا قبرستان، ہوا کے جھونکے، سرمئی شام، دھوپ کی دھیمی زردی اور مٹی کی مخصوص باس، سب کچھ ناول میں اس طرح موجود ہے کہ قاری خود کو اس فضا کا حصہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ غافر شہزاد نے مکلی کے قدیم ماحول کو بیان کرنے کے لیے محض الفاظ استعمال نہیں کیے بلکہ الفاظ کے ذریعے درد، ویرانی اور وقت کی شکستگی کو قاری کی بصارت میں اتار دیا ہے۔ ناول میں منظر نگاری کرداروں کی نفسیات کی ترجمانی بھی کرتی ہے۔ مکلی کا قبرستان اور اس کے وسیع میدان گویا کرداروں کے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اندر موجود خالی پن اور ماضی کے بوجھ کا عکاس ہے۔ غافر شہزاد کے ہاں منظر کی گہرائی اور اس کے ساتھ جڑا ہوا انسانی وجود کا تنہا ہونا اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ قاری کو وقت کی بے رحم رفتار اور انسانی وجود کی بے بسی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ اس منظر نگاری میں مردہ خانے کی سی ٹھنڈک اور زندگی کے گہرے رنگوں کا دھندلا جانا اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زندگی اور موت کے درمیان سرحد کتنی باریک ہے۔

> "مکلی کی ہوا میں مٹی کے ذرے اور ماضی کی صدائیں گھل کر ایک ایسی خاموشی پیدا کرتی ہیں جسے سننے کے لیے دل کو بہت خاموش ہونا پڑتا ہے۔ قبروں کے کتبے، جن پر نام مٹ چکے ہیں، ان پر بیٹھا کوا جب چونچ مارتا ہے تو لگتا ہے جیسے ماضی کی ہڈیوں پر وقت کی دستک ہو۔ میں نے اس لمحے خود کو زندہ محسوس کیا، لیکن وہ زندگی جو موت کے پہلو میں بیٹھ کر سانس لیتی ہے۔(14)"

اس اقتباس میں قاری نہ صرف مکلی کے قبرستان کی خاموشی کو سنتا ہے بلکہ ماضی کی صداؤں کو خود میں محسوس کرتا ہے۔ یہاں وقت کی دستک اور زندگی کا موت کے پہلو میں بیٹھ کر سانس لینا دونوں استعارے ہیں جو ناول کی مجموعی فضا اور مکلی کے تناظر میں انسانی احساسات کی شدت کو ظاہر کرتے ہیں۔ غافر شہزاد نے مکلی کے پس منظر کو کرداروں کے باطن کی عکاسی بنانے میں جو مہارت دکھائی ہے، وہ اردو ناول کی جدید منظر نگاری میں اہم اضافہ ہے۔ انہوں نے مکلی کو محض ایک مقام نہیں رہنے دیا بلکہ اسے ایک ایسا وجود بنا دیا ہے جو وقت، موت اور تنہائی کے کرب کو ایک ٹھوس کیفیت میں بدل دیتا ہے۔ یہ منظر نگاری کہانی کو جمالیاتی اور فکری گہرائی فراہم کرتی ہے، جس سے قاری ناول کے تجربے میں مکمل طور پر جذب ہو جاتا ہے۔ ناول میں بعض مقامات پر شام کے وقت کا بیان اس طرح آیا ہے کہ وہ منظر شام کے رنگ کے ساتھ کرداروں کے اندر کی تھکن اور اداسی کو ظاہر کرتا ہے۔ دھوپ کا زرد ہونا محض قدرتی منظر نہیں بلکہ یہ کردار کے ذہنی اور جذباتی حالات کی عکاسی بن کر سامنے آتا ہے۔ غافر شہزاد نے اس منظر نگاری کے ذریعے وجودی کرب کو بھی موضوع بنایا ہے، جہاں قبرستان کے کتبے، پرانی قبریں اور مٹی کے ذرات کرداروں کے اندر موجود خوف، امید اور تنہائی کے احساس سے جڑ جاتے ہیں۔

> "سورج جب مکلی کے میدان پر زرد ہوتا ہے تو قبروں کے سائے لمبے ہونے لگتے ہیں، جیسے مردے دوبارہ اٹھ کر چلنے لگے ہوں۔ پرانی قبریں اپنے اوپر اگنے والی گھاس کے ساتھ مل کر ایک ہری خوفناک خاموشی پیدا کرتی ہیں، جس میں ہر قدم پر اپنے اندر کی چیخ سنائی دینے لگتی ہے۔ میں نے چلتے ہوئے بار بار پلٹ کر دیکھا، شاید کوئی میرے پیچھے آ رہا ہو، لیکن میرے علاوہ وہاں ہوا اور موت کے سوا کوئی نہیں تھا۔(15)"

اقتباس کردار کے تنہائی کے احساس کو قبرستان کے منظر سے جوڑ دیتا ہے۔ یہاں خوفناک خاموشی اور قبروں کے سائے کے ذریعے نہ صرف قاری منظر کو دیکھتا ہے بلکہ اس کی فضا کو محسوس بھی کرتا ہے۔ کردار کی نفسی کیفیت اور مکلی کا منظر ایک دوسرے میں اس طرح گھل جاتے ہیں کہ دونوں میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ "مکلی میں مرگ" میں وقت کا فلسفہ بھی منظر کے ذریعے آشکار ہوتا ہے۔ مٹی، قبریں، زرد دھوپ اور ہواؤں کی آواز میں وقت کی شکستگی کا احساس شامل ہے۔ غافر شہزاد کے ہاں منظر نگاری، وقت کی تیز رفتاری اور انسانی زندگی کے فنا ہونے کے احساس کو دکھانے کا موثر ذریعہ بن گئی ہے۔ یہی منظر نگاری ناول کو جمالیاتی بلندی تک لے جاتی ہے اور اسے قاری کے دل پر اثر انداز ہونے والا بیانیہ بنا دیتی ہے۔ ناول میں منظر نگاری تاثر میں شدت پیدا کرتی ہے، جس سے قاری کی سوچ ناول کے موضوع سے گہرائی میں جڑ جاتی ہے۔ مکلی کا قبرستان جنوبی ایشیا کی تاریخ کا ایک ایسا قبرستان ہے جہاں مختلف ادوار کی تہذیبیں دفن ہیں۔ غافر شہزاد نے اس منظر نامے کے ذریعے زندگی اور موت کے فلسفے کے ساتھ تہذیبی زوال اور وقت کی بے رحم گردش کو موضوع بنایا ہے۔ مکلی کے سنّاٹے، پرانی قبریں، ٹوٹے ہوئے کتبے اور دھوپ کی زردی تہذیب کی مٹی میں مل جانے والی عظمت کی یاد دلاتے ہیں۔ یہ منظر نہ صرف کرداروں کے اندر کے احساسِ شکست اور بے بسی کی نمائندگی کرتا ہے بلکہ قاری کو اجتماعی تہذیبی موت کا ادراک بھی دیتا ہے۔ غافر شہزاد کی منظر نگاری میں مکلی کی مٹی سے اٹھنے والی باس اس خطے کی تاریخ اور ماضی کی صداؤں کو موجودہ لمحے میں زندہ کر دیتی ہے۔

عبداللہ حسین نے "اداس نسلیں" میں تاریخی پس منظر اور کرداروں کی نفسیات کے اظہار کے لیے منظر نگاری سے کام لیا ہے، مگر ان کی منظر نگاری میں سیاسی اور معاشرتی تغیرات کا عکس زیادہ نظر آتا ہے جبکہ غافر شہزاد کے ہاں منظر میں وجودی کرب، تہذیبی موت اور تنہائی زیادہ شدت سے نمایاں ہے۔ قرۃ العین حیدر نے "آگ کا دریا" میں منظر نگاری کے ذریعے تہذیبوں کے تصادم اور ارتقاء کو بیان کیا، جبکہ "مکلی میں مرگ" میں غافر شہزاد منظر نگاری کے ذریعے تہذیب کی قبر پر وقت کی شکستگی اور موت کے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

احساس کو آشکار کرتے ہیں۔ دونوں میں منظر اور تاریخ کا تعلق موجود ہے، لیکن غافر شہزاد کے ہاں مکلی ایک مخصوص علامتی مقام بن کر پورے ناول پر محیط ہے "راکھ" میں مستنصر حسین تارڑ نے لاہور کے بعض مناظر کے ذریعے بکھرتی تہذیب اور اندر کے خلا کو بیان کیا۔ غافر شہزاد کے ہاں بھی یہی تنہائی اور خلا موجود ہے مگر مکلی کے قبرستان کی تاریخی اور ثقافتی گہرائی منظر نگاری کو زیادہ علامتی بنا دیتی ہے، جو قاری کے ذہن میں دیرپا اثر چھوڑتی ہے "مکلی میں مرگ" میں منظر نگاری تہذیبی معنویت، وقت کی گردش، وجودی کرب اور انسانی نفسیات کو بیان کرنے کا طاقتور ذریعہ بنی ہے۔ یہ منظر نگاری اردو ناول میں تاریخی مقامات کو علامتی قوت دینے کی روایت کو آگے بڑھاتی ہے اور جدید اردو ناول میں منظر اور کردار کے ربط کو فکری و جمالیاتی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ تکنیک و اسلوب بیاں۔ غافر شہزاد کا ناول "مکلی میں مرگ" اسلوب اور تکنیک کے اعتبار سے جدید اردو فکشن میں اپنی الگ شناخت رکھتا ہے۔ ان کا اسلوب سادگی اور تاثیر کے ساتھ گہرائی کا حامل ہے جو قاری کو مکلی کے قبرستان کی سنسان فضا میں لے جاتا ہے اور موت کی کہانی کو زندگی کی علامتوں سے جوڑ کر پیش کرتا ہے۔ انہوں نے مکالمے اور مناظر کے امتزاج سے کہانی کے تاثر کو دلنشین بنایا ہے۔

کرداروں کے داخلی اور خارجی سطح پر احساسات کی پیشکش میں تخلیقی حقیقت نگاری کا استعمال کیا گیا ہے، جہاں الفاظ کرداروں کی نفسیاتی حالت کے آئینہ دار بن جاتے ہیں۔ تکنیکی اعتبار سے "مکلی میں مرگ" میں منظر نگاری کو کہانی کے بہاؤ کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ ناول میں فلیش بیک کی تکنیک کہانی کی گہرائی میں داخل ہونے میں مدد دیتی ہے، جہاں ماضی اور حال کے مناظر کے ملاپ سے قاری پر کرداروں کی بے بسی، خواب اور حقیقت کے درمیان معلق زندگی کی کیفیت عیاں ہوتی ہے۔ غافر شہزاد نے مقامی ثقافت، قبرستان کی ویرانی، مکلی کے تاریخی پس منظر اور انسانی تنہائی کو علامتی انداز میں استعمال کر کے کہانی میں معنویت پیدا کی ہے۔ کردار محض کہانی کا حصہ نہیں بلکہ وہ ایک سماجی علامت بن کر سامنے آتے ہیں جو زندگی اور موت کے درمیان تعلقات، شکستہ امیدوں اور داخلی کرب کی تصویر بن جاتے ہیں۔ ناول میں منظر نگاری کا اسلوب نہایت حساس اور علامتی ہے۔ مکلی کے قبرستان کی سنسانی، ٹوٹے ہوئے کتبے، بکھری ہوئی مٹی اور ویران راستے صرف مناظر نہیں بلکہ انسان کی باطنی تنہائی اور معاشرتی زوال کی عکاسی کرتے ہیں۔ مناظر کی جزئیات میں رنگ، روشنی، آوازیں اور خاموشی سب کرداروں کی نفسیاتی کیفیت سے جڑے ہوئے ہیں، جو قاری کو کہانی کے ماحول میں خود موجود ہونے کا احساس دلاتے ہیں۔ منظر نگاری میں جگہ کا استعمال اس طرح کیا گیا ہے کہ مکلی کا قبرستان قاری کی نظروں میں متحرک ہو جاتا ہے۔

اسلوب بیان میں زبان کا استعمال بھی غیر معمولی حد تک محتاط اور بامعنی ہے۔ جملے طویل اور ادبی ہونے کے باوجود ثقالت پیدا نہیں کرتے بلکہ روانی اور اثر انگیزی کو برقرار رکھتے ہیں۔ کہیں کہیں تخلیقی تشبیہات اور استعارے زبان کے حسن کو بڑھاتے ہیں جبکہ سادہ الفاظ میں بیان کیے گئے جملے کرداروں کی اندرونی تکلیف کو شدت سے سامنے لاتے ہیں۔ انہوں نے کرداروں کے باہمی مکالموں کو بھی غیر ضروری طوالت سے بچا کر حقیقت کے قریب رکھا ہے جس سے کرداروں کی گفتگو مصنوعی محسوس نہیں ہوتی۔ غافر شہزاد کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے "مکلی میں مرگ" میں فضا سازی کو کہانی کے مرکزی موضوع کا حصہ بنا دیا ہے۔ فضا، کہانی کا کردار بن کر انسانی زندگی کی عارضیت اور موت کے حتمی انجام کو کہانی کے متن میں شامل کر دیتی ہے۔ اس ناول میں مکلی کا قبرستان محض ایک جگہ نہیں بلکہ ایک زندہ علامت ہے جو زندگی کی بے ثباتی اور انسانی رشتوں کے زوال کی علامت کے طور پر پورے ناول میں موجود رہتی ہے۔ انہوں نے یہ فضا سازی نہایت مہارت سے کی ہے کہ قاری اس ماحول میں خود کو موجود محسوس کرتا ہے۔ مکلی میں مرگ میں علامتوں کا استعمال کہانی کی گہرائی میں اترنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ مکلی کا قبرستان خود زندگی کی عارضیت اور موت کی حقیقت کی علامت ہے، جبکہ وہاں موجود خاموشی انسان کے اندر کے خلا کو ظاہر کرتی ہے۔ قبروں پر اگنے والی گھاس امید اور موت کے درمیان پل کی علامت بنتی ہے، جبکہ قبر پر بیٹھا کردار اپنی زندگی کی شکستگی کو قبر کے سکوت میں تلاش کرتا ہے۔

"مکلی میں مرگ" میں موجود پرندوں کا اڑ جانا انسانی خوابوں کے بکھرنے کی علامت ہے، جبکہ سورج کا غروب ہونا موت کے قریب آنے کے احساس کو بڑھا دیتا ہے۔ تکنیک کی سطح پر انہوں نے کہانی میں اندرونی وحدت کو برقرار رکھتے ہوئے قاری کی دلچسپی کو ختم نہیں ہونے دیا، اور جزئیات نگاری کے ذریعے کرداروں کے نفسیاتی پہلوؤں کو کھولنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ، جدید فکشن کے تقاضوں کے مطابق علامتی اسلوب کو براہ راست اور حقیقت پسندانہ اسلوب سے جوڑ کر ایک ایسا بیانیہ تشکیل دیا ہے جس سے قاری نہ صرف کہانی پڑھتا ہے بلکہ اس کا حصہ بھی بن جاتا ہے۔ "مکلی میں مرگ" کی تکنیک اور اسلوب بیان کی یہ خصوصیات غافر شہزاد کے فن کا وہ پہلو ہیں جو انہیں اردو ناول کی موجودہ روایت میں ایک منفرد اور قابل قدر مقام عطا کرتی ہیں۔ انہوں نے زبان، کردار، فضا سازی اور منظر نگاری کو کہانی کے موضوع کے ساتھ ہم آہنگ کر کے تخلیقی اظہار کو نہایت کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے، جس سے ناول نہ صرف قاری کے لیے ایک تجربہ بن جاتا ہے بلکہ اردو فکشن کے سنجیدہ قاری کو بھی غور و فکر پر مجبور کر غافر شہزاد نے کرداروں، منظر نگاری اور علامتوں کے باہمی ارتباط کے ذریعے ایک ایسا بیانیہ تشکیل دیا ہے جو محض کہانی سنانے کے بجائے قاری کو کہانی میں شریک کر کے اس کے احساسات اور تفکر کو بیدار کرتا ہے۔ یہی ان کی تکنیکی مہارت ہے جس سے ناول جدید اردو فکشن میں ایک اہم تخلیق کے طور پر نمایاں ہوتا ہے۔ اسلوب کی سادگی اور منظر نگاری کی جزئیات قاری کو متاثر کرتی ہیں، جبکہ علامتی استعمال کہانی کو ایک تہہ دار تجربے میں بدل دیتا ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حوالہ جات:

1۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی وسید نورالحسن ہاشمی (مرتب)،ناول کیا ہے،ہیں نامی پریس لکھنو،1970ص:23،24
2۔ڈاکٹر سہیل احمد بخاری,اردو ناول نگاری,الحمرا پبلشرز دہلی1986ص:31
3۔ عظیم الیشان صدیقی،اردو ناول آغاز وارتقاء،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی،2008ء،ص:42
4۔غافر شہزادہ،مکلی میں مرگ(ناول)، فکشن ہاؤس،لاہور،پبلشر،2020ء،ص:58
5۔ایضاً،ص:9
6۔ایضاً،ص:170
7۔ محمد حمید شاہد،(روزنامہ جنگ)کراچی،15فروری
8۔غافر شہزادہ،مکلی میں مرگ(ناول)،ص:46
9۔ایضا،ص:103
10۔غافر شہزاد،مکلی میں مرگ، فکشن ہاؤس لاہور2020ءص:125
11۔ایضا،ص:75
12۔یضا،ص:83
13۔ایضا،ص:93
14۔ایضا،ص:175
15۔ایضا،ص:163